خواتین کے احکام وصیت برصغیر کے اردو تفسیری ادب کے تناظر میں

Rules of Will for Women In the context of Urdu Commentary literature of the subcontinent

Dr. Shazia Rashid Abbasi
Lecturer, Department of Islamic Studies, Federal Urdu University Arts, Science & Technology, Islamabad:
shaziaabbasi17@yahoo.com

Dr. Ahmad Raza
Assistant Professor, Department of Islamic Thought, Culture & History, Allama Iqbal Open University, Islamabad:
ahmad.raza@aiou.edu.pk

Abstract:
Islam is a complete code of conduct and guidance for human beings until the Day of Judgment. This is because it describes the rules and problems of all classes of humanity. These include rules and issues for men and women. Some of the rules of men and women are different, for example, a woman cannot perform jamaat, it is necessary for her to cover her head etc. In some rulings, the rulings are the same for men and women, such as prayers, zakat, fasting, payment of Hajj, and wills and inheritances. The share of a woman in inheritance is different from that of a man but equality is in the fact that just as a man inherits, so does a woman. The rules in a will for a man are almost the same for a woman. In this article, the rules and wills of women are presented in the context of the texts of the Holy Quran, the hadiths of the Prophet (PBUH)and the Urdu commentary literature of the subcontinent.
Keywords: *Rules, Problem, Will, Literature, Woman.*

موضوع کا تعارف

دین اسلام قیامت تک کے انے والے انسانوں کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات اور رشد و ہدایت ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں جملہ طبقات انسانیت کے احکام و مسائل بیان کر دیے گئے ہیں۔انہیں میں مردوں ا

ور عورتوں کے احکام و مسائل شامل ہیں۔ مرد و عورت کے بعض احکام مختلف ہیں مثلا عورت جماعت نہیں کروا سکتی ،حالت احرام میں اوراس کے علاوہ بھی سر اور پورے بدن کو ڈھانپنا اس کے لیے ضروری ہے وغیرہ۔ بعض احکام میں مرد و عورت کے لیے حکم ایک جیسا ہے جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج کی ادائیگی اور وصیت و وراثت وغیرہ۔ وراثت میں عورت کا حصہ مرد سے تو مختلف ہے لیکن برابری اس چیز میں ہے کہ جیسے مرد کو وراثت ملے گی اسی طرح عورت کو بھی ملے گی۔ وصیت میں جو احکام مرد کے ہیں تقریباً وہی عورت کے بھی ہیں۔ مقالہ ہذا میں خواتین کے احکام وصیت قرآن مجید کی نصوص، احادیث نبویہ ﷺ اور برصغیر کے اردو تفسیری ادب کے تناظر میں پیش کی گئی ہیں۔ مقالہ کے اختتام پر خلاصہ تحقیق اور نتائج و سفارشات بھی مرتب کیے گئے ہیں۔

وصیت کا معنی و مفہوم

علامہ راغب اصفہانی کہتے ہیں: ''دوسروں کے عمل کرنے کے لئے پیشگی کوئی بات بطور تاکید کہنا وصیت ہے''۔[1]

مفتی احمد یار خاں نعیمی نے تفسیر نعیمی لکھا ہے: ''الوصیۃ لغت میں وصیت بوقت موت معاملہ کو کہتے ہیں۔ شرعا اس تملیک کو کہتے ہیں جو بعد موت ہو۔ مجازاً تاکیدی احکام کو بھی وصیت کہہ دیا جاتا ہے''۔[2]

تفسیر معارف القرآن کے مولف مفتی محمد شفیع وصیت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: '' وصیت ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کے کرنے کا حکم جائے۔ خواہ زندگی میں یا بعد الموت، لیکن عرف میں اس کام کو کہا جاتا ہے جس کے کرنے کا حکم بعد الموت ہو''۔[3]

علامہ غلام رسول سعیدی نے تفسیر تبیان القران میں وصیت کی تعریف میں لکھا ہے: '' وصیت کا معنی اتصال ہے اور وصیت کو وصیت اس لیے کہتے ہیں کہ یہ میت کے معاملات کے ساتھ متصل ہوتی ہے''۔[4]

---

[1]۔ سعیدی، علامہ غلام رسول، تبیان القران، فرید بک سٹال لاہور، ۲۰۱۰ء،، ج۱، ص۶۶۳۔۶۶۴

[2]۔ نعیمی، مفتی احمد یار خان، تفسیر نعیمی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۰ء، پارہ۲، ص۱۸۶

[3]۔ مفتی محمد شفیع، معارف القران، ادارۃ المعارف، کراچی، ۲۰۰۴ء، ج۱، ص۴۳۸

ڈاکٹر وھبہ زحیلی التفسیر المنیر میں فرماتے ہیں:" کسی شخص کا اپنے ترکہ میں ایسا تصرف کرنا جس کا اثر موت کے بعد مرتب ہو یہ وصیت ہے"۔[5]

اگر ان تعریفات میں غور کیا جائے تو تقریبا تمام مفاہم اس پر صادق اتے ہیں۔ یہ میت کے معاملات کے ساتھ مستقل بھی ہوتی ہے۔ دوسروں کے عمل کرنے سے پہلے ان کو تاکید بھی کہی جاتی ہے۔ اور میت کی موت کے بعد اس کے ترکہ میں اس کے مطابق تصرف بھی ہوتا ہے۔

وصیت کی اقسام

وصیت کی حضرات فقہاء نے مختلف اقسام ذکر کی ہیں، علامہ غلام رسول سعیدی نے وصیت کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔

واجب

انسان اللہ تعالیٰ کے جن حقوق کو ادا نہیں کر سکا ان کی وصیت کرنا اس پر واجب ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوا ۃ، انکے فدیے کی وصیت کرے، اسی طرح حقوق العباد میں جو کوتاہی ہوئی اسکی بھی وصیت کرے جیسے قرض، غصب شدہ مال یا امانت، انکی ادائیگی کی وصیت کرنا واجب ہے۔

مستحب

دینی مدارش، مساجد، علماء، غریب قرابت دار اور دیگر امور خیر میں وصیت کرنا مستحب ہے۔

مباح

امیر رشتہ داروں اور دنیاداروں کے لئے وصیت کرنا مباح ہے۔

مکروہ

فساق وفجار کے لئے وصیت کرنا مکروہ ہے[6]۔

---

[4] ۔ زبيدي، محمد بن محمد ،تا ج العروس من جوا هر القا موس، المطبع الخيرى، مصر ، ١٣٠٦ ھ، ج ١٠ ، ص ٣٩٢

[5] ۔ ڈاکٹر وهبه زحيلي، التفسير المنير ،دار الفكر المعاصر،دمشق ، ١٤١٨ ھ ،ج٢،ص١١٨

[6] ۔سعیدی، علامہ غلام رسول، تبیان القران، ج ا، ص ٦٦٤

مولانا احمد یار نعیمی نے اپنی تفسیر نعیمی میں بھی انہیں چار اقسام کو ذکر فرمایا ہے[7]۔

وصیت کی اہمیت

وصیت ابتدائے اسلام میں فرض تھی اب بھی بعض صورتوں میں واجب، مستحب، وغیرہ ہے۔ احادیث میں وصیت کرنے کے بارے میں بہت تاکید کی گئی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے:

عَنِ ا بْنِ عُمَرَعَنِ ا لنَّبِيِّ صَلَّى ا للّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , قَا لَ:مَا حَقُّ ا مْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ مَا لٌ يُرِيدُ ا نْ يُوصِيَ فِيهِ وَيَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ ا لَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ" ۔[8]

(حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان جس کے پاس وصیت کے لئے مال ہو تو اسے لازم ہے کہ دو راتیں بھی اس حالت میں نہ گزا رے کہ اس کے پاس وصیت لکھی ہوئی نہ ہو)۔

یہ روایت یوں ہے جن رشتے داروں کے حصے ازروئے قران مجید مقرر ہو چکے ان کے لئے وصیت کرنا واجب نہیں ہے بلکہ بغیر اجازت دوسرے وارثوں کے جائز بھی نہیں البتہ جو رشتہ دار شرعی وارث نہیں ان کے لئے وصیت کی اجازت ایک تہائی مال تک ہے۔ ایک دفعہ وصیت کرنے کے بعد ادمی اس میں تبدیلی کر سکتا ہے۔ یا نہیں اسکے بارے میں مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:" ادمی کو ایک تہائی مال میں وصیت کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ اپنی زندگی میں اس کو یہ بھی حق رہتا ہے کہ اس وصیت میں کچھ تبدیلی کر دے یا بالکل ختم کر دے"۔[9]

وصیت کر کے مرنے والے کو حدیث میں مغفرت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روا یت ہے۔

---

[7]۔ نعیمی، مفتی احمد یار خان، تفسیر نعیمی، پارہ ۲، ص ۱۸۷

[8]۔ امام دار قطنی، علی بن عمر بن احمد، سنن دار قطنی، مکتب اسلامی، بیروت، ۱۴۲۱ھ، ج ۵، ص ۲۶۴، حدیث نمبر ۴۲۹۱

[9]۔ مفتی محمد شفیع، معارف القران، ج ۱، ص ۴۴۱

قا ل رسول ا لله صلى ا لله عليه وسلممن ما ت على وصية ما ت على سبيل وسنة، وما ت على تقى وشها دة، وما ت مغفورا له۔ [10]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو وصیت کر کے مرا وہ راہ ہدایت اور سنت کے موافق اور پرہیز گاری وشہادت کے ساتھ مرا اور اس حالت میں مرا کہ اس کی بخشش ہو چکی تھی)۔

ابتدائے اسلام میں وصیت کی نوعیت

ابتدائے اسلام میں وصیت فرض تھی یعنی والدین اور رشتہ داروں کے لئے اپنے مال میں سے اپنے اختیار سے حصے مقرر کر جانا ہر شخص پر موت کے وقت واجب تھا۔ چنانچہ قران پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ ا ذَا حَضَرَ ا حَدَكُمُ ا لْمَوْتُ ا نْ تَرَكَ خَيْرًا ا لْوَصِيَّةُ لِلْوَا لِدَيْنِ وَا لْا قْرَبِيْنَ بِا لْمَعْرُوْفِ ۚحَقًّا عَلَي ا لْمُتَّقِيْنَ۔ [11]

(فرض کیا گیا تم پر جب حاضر ہو کسی کو تم میں موت بشر طیکہ چھوڑے کچھ مال وصیت کر ناماں باپ کے واسطے اور رشتہ داروں کے لئے انصاف کے ساتھ یہ حکم لازم ہے پرہیز گاروں پر)۔

بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے خود حصے بیان فرما کر مال تقسیم کر دیا البتہ ثُلث مال تک بندے کا اختیار باقی رکھا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر کے اپنے عمر بھر کے گناہوں جیسے بخل وغیرہ کا ازالہ کر سکے یا اسی طرح اگر اپنے کسی دوست یا دور کے رشتہ دار یا خادم کو کچھ دینا چاہے تو دے سکے۔ اسی طرح جو باتیں میت کے ذمے واجب نہیں تھیں اور اس نے بطور تبرع انکو لازم کر لیا مثلاً کسی کا قرضہ معاف کر دیا، کوئی خاص مال کا حصہ مقرر کر دیا یا مرض الموت میں یا اس سے پہلے کوئی معاملہ طے کر کے اسکو اپنی موت کے متعلق کر دیا، جیسے کہا کہ میرے مرنے کے بعد مسجد بنوا دینا۔ اس قدر روپیہ فلاں فلاں کو دے دینا وغیرہ یہ تمام باتیں وصیت شمار ہوں گی۔ اور یہ مال کے تہائی حصے سے پوری کی جائیں گی۔

---

[10]۔ امام ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، دار العلم، بیروت، ۱۴۳۸ھ، حدیث نمبر ۲۷۱۰

[11]۔ سورۃ البقرہ: ۱۸۰

تفسیر نعیمی میں اس کا یہ شان نزول ذکر کیا گیا ہے: "اسلام سے پہلے کفار عرب اپنے نام پر بہت مرتے تھے۔ زندگی و موت میں اسی کا خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ لوگ مرتے وقت اپنا مال کسی اجنبی مشہور ادمی یا کسی کمیٹی انجمن ا ور سوسائٹی کے نام کر جاتے تھے کہ میرے بعد یہ مال فلاں انجمن کو ملے، وہ سمجھتے تھے کہ کہ اہل قرابت کو دینے سے ہمارا نام نہ ہو گا۔ یہ لوگ چپکے سے کھا کر ختم کر دیں گے۔ مگر اس طرح ہمارے سخاوت اور دریا دلی کا خوب چرچا ہو گا کہ فلاں ادمی بڑا کام کر گیا۔ ان کی تردید کے لئے یہ ایت اتری۔ جس میں حکم دیا گیا کہ اپنے مال سے اہل قرابت کو محروم نہ کرو۔ خیال رہے کہ قومی خدمت، ملکی خدمت جب ہی اچھی ہے جب اللہ رسول کی رضا کے لیے ہو، نام و نمود کے لئے تو نماز بھی باعث ثواب نہیں چہ جائیکہ یہ سیاسی چیزیں اسی لئے رب تعالیٰ نے انہیں ان جھوٹی ملکی خدمت سے روک دیا"۔[12]

مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: "اس حکم کے تین جزو تھے ایک بجز اولاد کے دوسرے ورثہ کے حصص وحقوق ترکہ میں معین نہ ہونا۔ دوم ایسے اقارت کے لیے وصیت کا واجب ہونا۔ تیسرے ثلث مال سے زیادہ وصیت کی اجازت نہ ہونا۔ پس پہلا جزو تو ایت میراث سے منسوخ ہے دوسرا جزو حدیث سے جو کہ موید بالا جماع ہے منسوخ ہے اور وجوب کے ساتھ جواز بھی منسوخ ہو گیا۔ یعنی وراثت شرعی کے لیے وصیت مالیہ باطل ہے تیسرا جزو اب بھی با قی ہے ثلث سے زائد میں بدون رضاء ورثہ وصیت باطل ہے"۔[13]

پیر محمد کرم شاہ الازہری تفسیر ضیاء القرآن میں لکھتے ہیں: "ان ایات کریمہ سے عرب کے ایک اور جاہلانہ روا ج میں اصطلاح فرمائی۔ اہل عرب کا یہ دستور تھا کہ مرتے وقت اپنے مال کی وصیت ایسے لوگوں کے نام کر جاتے جن سے ان کا دور کا واسطہ بھی نہ ہوتا۔ اور اپنے زعم باطل میں اسے سخاوت سے تعبیر کرتے۔ اور اگر کوئی وصیت کے بغیر مر جاتا تو وراثت صرف اولاد اور بیوی میں بٹ جاتی۔ والدین اور دوسرے رشتہ دار بالکل محروم رہتے۔ یہ دونوں صورتیں کیونکہ ظلم صریح تھیں اس لیے قران حکیم نے اس کی اطلاح کا مقصد پورا ہو جائے۔ اس لیے اس سے پہلے

---

[12]۔ نعیمی، مفتی احمد یار خان، تفسیر نعیمی، پارہ ۲، ص ۱۸۵

[13]۔ تھانوی، مولانا اشرف علی، بیان القرآن، تاج کمپنی، کراچی، ۱۹۷۷ء، ج ۱، ص ۳۲۲

کہ وراثت کی تقسیم کا منظم و مکمل قانون نافذ کیا جاتا انہیں ان ایات میں وصیت کا حکم دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ اپنے وا لدین اور قریبی رشتہ داروں کے لیے وصیت کریں اور ہر ایک کو اس کے حق کے مطابق حصہ دے دیں۔ لیکن اتنے ا ہم کام کو عوام کی مرضی اور صرف ان کے رحم و کرم پر چھوڑا نہیں جا سکتا تھا اس لیے کچھ مدت کے بعد سورۃ النساء میں وراثت کے احکام بالتفصیل بیان فرما دیئے۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے احکام وصیت اور احکام وراثت کی وضاحت فرماتے ہوئے دو قاعدے بیان کئے۔ پہلا قاعدہ تو یہ ہے کہ ان رشتہ داروں کے لیے وصیت کی ممانعت کر دی جو وراثت میں حصہ دار ہیں۔ دوسرا قاعدہ ہے کہ وصیت کو مال متروکہ کے تیسرے حصے تک محدود فرما دیا۔ 1/3 حصہ تک اپنے غیر وارث رشتہ داروں یا دوسرے مستحق لوگوں یا رفاہ عام کے کاموں میں خرچ کر سکتا ہے۔ ا سلام کا یہ وہ حکیمانہ اور متوازن نظام ہے جس پر مسلمانوں کو بجا طور پر نازاں ہونا چاہیے۔ بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عائد کردہ ان پابندیوں کو اپنی کم فہمی سے خلاف قران کہتے ہوئے ماننے سے انکار کرنے لگے ہیں۔ لیکن اگر وہ ذرا تامل کریں تو انہیں معلوم ہو جائے کہ اگر یہ پابندیاں اٹھا دی جائیں تو اپ کے نظام وراثت باز یچہ طفلا ں بن کر رہ جائے"۔[14]

مفتی احمد یار خان نعیمی وصیت اور لفظِ خیر کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "یہاں پانچ چیزیں ہیں۔ وصیت، موصی، موصی لہ، موصی بہ اور وصی وصیت، وصیت کرنا ہے۔ وصیت کرنے والا موصی، جس کے لئے وصیت کی جائے وہ موصی لہ جس کی وصیت کی جائے وہ موصی بہ، جس کو وصیت جاری کرنے کا حق دیا جائے وہ وصی۔ زید نے عمر سے مرتے وقت کہا کہ تہائی مال میرے بھانجے بکر کو دے دینا۔ زید موصی ہے بکر موصی لہ ہے۔ تہائی مال موصی بہ ہے اور عمرو وصی۔ اور زید کا یہ قول وصیت۔ یہاں وصیت بمعنی مصدر ہے۔ وصیت کرنا خیال رہے کہ جس مال کی میراث نہیں اس کی وصیت بھی نہیں دیکھو اپنا وقف کیا ہوا مال قابل میراث نہیں تو قابل وصیت بھی نہیں۔ لفظ خیر نے ان سب صورتوں کو لے لیا ہے۔ چونکہ مومن کا مال بہت سی خیر و بھلائی حاصل کرنے کا ذریعہ

---

[14]۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ج ا، ص ۳۵۶

ہے۔اس لیے اسے خیر فرمایا۔فضلہ تعالیٰ مومن کی غناء بھی خیر ہے کہ شکر کا ذریعہ ہے اور اس کا فقر بھی خیر کہ صبر کا وسیلہ ہے اس لیے اس مال کو خیر فرمایا"۔[15]

اس ایت مبارکہ میں وصیت کے تین حکم بیان فرمائے گئے ہیں جن تفصیل درج ذیل ہے:

1۔ایک یہ کہ مرنے والے کے ترکہ میں اولاد کے سوا کسی دوسرے وارث کے حصے مقرر نہیں ہیں۔ان کے حصوں کا تعین مرنے والے کی وصیت کی بنیاد پر ہو گا۔یہ حکم تو ایت میراث سے منسوخ سے ہو گیا۔دوسرے یہ کہ ایسے اوقات کے لئے وصیت کا کرنا مرنے والے یہ فرض ہے۔

2۔یہ حکم حجۃ الوداع کے موقع پر اپ ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے منسوخ ہو گیا جس کی روایت درج ذیل ہے:

عَنْ ا بِي ا مَا مَةَ ا لبَا هِلِيِّ قَا لَ: سَمِعْتُ رَسُولَ ا للَّهِ صَلَّى ا للَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي خُطْبَتِهِ عَا مَ حَجَّةِ ا لوَدَا عِ: «ا نَّ ا للَّهَ تَبَا رَكَ وَتَعَا لَى قَدْ ا عْطَى لِكُلِّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، فَلَا وَصِيَّةَ لِوَا رِثٍ۔[16]

(حضرت ابوامامہ باہلیؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو خطبہ حجۃ الوداع میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق خود دے دیا ہے اس کے وارث کے لئے وصیت جائز نہیں)۔

3۔تہائی مال والا حکم اب بھی باقی ہے کہ ایک تہائی سے زیادہ مال میں وصیت جائز نہیں۔

اگرچہ اب ترکے کی تقسیم کے لئے نہ تو وصیت کی ضرورت ہے اور نہ ہی یہ معتبر ہے کیونکہ شریعت مطہرہ نے خود حصے مقرر فرمادیے ہیں اگر کوئی ان کے خلاف وصیت کرے گا۔تو اس کا ہر گز اعتبار نہیں ہو گا۔بلکہ گناہ ہو گا۔البتہ دیگر امور کے لئے وصیت کرنا اب بھی مستحب ہے۔لیکن اگر کوئی لین دین قرض وغیرہ یا لوگوں کے حقوق تلف ہونے کا اندیشہ ہو تو وصیت کرنا واجب ہے۔

---

[15]۔نعیمی، مفتی احمد یار خان، تفسیر نعیمی، پارہ ۴، ص ۱۸۶

[16]۔امام ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، مکتب اسلامی، بیروت، ۱۴۳۳ھ، حدیث نمبر ۲۱۲۰

بعض اوقات وصیت نہ کرنا بہتر ہوتا ہے۔ اور یہ بات یاد رہے کہ وہ مال جو میراث کے قابل ہو اسکی وصیت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق تفسیر نعیمی میں لکھا ہے: اگر وارثین محتاج ہوں تو وصیت نہ کرنا بہتر ہے اور تہائی مال سے کم کی وصیت بہتر ہے تہائی تک جائز اور اس سے زیادہ ناجائز۔ مسئلہ: قابلِ میراث مال کی وصیت ہو سکتی ہے۔ اس لیے مقروض اور غلام وصیت نہیں کر سکتے کیونکہ ان کا مال قابل میراث نہیں[17]۔

اسی سے فقہاء نے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا ہے کہ خاتم النبیین ﷺ کا مالو متروکہ بھی قابل میراث نہیں ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اپ ﷺ نے مال کے بارے میں وصیت نہیں فرمائی بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ:

"لا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ"[18]

(ہمارا وارث نہیں ہوتا ہم جو مال چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے)۔

تفسیر نعیمی میں ہے:" پیغمبر کا مال قابل میراث نہیں ہے مسئلہ:۔ قابل میراث مال کی وصیت ہو سکتی ہے۔ اسی لئے مقروض اور غلام وصیت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کا مال قابل میراث نہیں۔ مسئلہ: پیغمبر کا مال قابل میراث نہیں کیونکہ وہ زندہ ہیں اور میراث مردہ کے مال کی بٹتی ہے۔ اسی لیے ان کی بیویوں سے نکاح حرام ہے۔ جو ان کی وفات کے بعد رہ جائیں۔ طلاق والی بی بی کا یہ حکم نہیں۔ دیکھو امیمہ بنت جون جو حضور کی مطلقہ بیوی تھی اوروں کے نکاح میں گئی۔ دیکھو بخاری شروع باب الطلاق۔ نیز پیغمبر مثل مولیٰ کے ہیں اور امتی ان کی لونڈی، غلام۔ میراث کیسے پائیں اسی لئے ان پر زکوٰۃ فرض نہیں کہ کسے دیں۔ نیز پیغمبروں کا چھوڑا ہوا مال صدقہ ہوتا ہے۔ جب ان کا مال قابل میراث نہیں تو قابل وصیت بھی نہیں۔ لہذا روافض کا سیدنا علی کو حضور کا وصی مال ماننا باطل ہے۔ ہاں ہر مسلمان ان کا وصی تقوی ہے۔ اور علماء ان کے وارث معلم اسی لئے انہیں وارث نبی کہا جاتا ہے۔ یہ سب فائدے خیر سے حاصل ہیں"۔[19]

---

[17]۔ نعیمی، مفتی احمد یار خان، تفسیر نعیمی، پارہ ۲، ص ۱۸۷

[18]۔ امام بخاري، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، مکتب اسلامی، بیروت، ۱۴۳۶ھ، حدیث نمبر: ۴۰۳۵

[19]۔ نعیمی، مفتی احمد یار خان، تفسیر نعیمی، پارہ ۲، ص ۱۸۷

وصیت کا نفاذ بغیر شرائط صحیحہ کے قابل عمل نہ ہو گا۔ اگر یہ شرائط صحیحہ پائی جائیں گی تو وصیت صحیح ہو گی اور اس پر عمل کیا جائے گا۔ وصیت کے بارے میں علامہ غلام رسول سعیدی نے وصیت کی چھ شرائط اور ایک رکن ذکر کیا ہے۔

- وصیت کرنے والا مالک بنانے کا اہل ہو۔ اس لیے نابالغ، مجنون اور مکاتب کی وصیت صحیح نہیں ہے۔
- وصیت کرنے والے کے ترکہ پر قرض محیط نہ وہ کیونکہ قرض کی ادائیگی وصیت پر مقدم ہے۔
- جس کے لئے وصیت کی جائے وہ وصیت کے وقت زندہ ہو خواہ تحقیقا یا تقدیرا (جیسے حاملہ کے بطن میں بچہ کے لئے وصیت کی جائے)۔
- جس کے لئے وصیت کی جائے وہ وارث نہ ہو۔
- جس کے لئے وصیت کی جائے وہ قاتل نہ ہو خواہ قتل عمد ہو یا قتل خطاء، البتہ قتل بسبب وصیت کے منافی نہیں ہے۔
- جس چیز کی وصیت کی ہو وہ تملیک کے قابل ہو، خواہ وہ اس وقت موجود ہو یا اس کا وجود بعد میں ہو، مثلا ایک سال یا ہمیشہ کے لئے باغ یا درخت یا درخت کے پھلوں کی وصیت کی جائے۔
- کل ترکہ کے تہائی مال کی وصیت کی جائے۔
- وصیت کا رکن یہ ہے کہ وصیت کرنے والا کہے: میں فلاں چیز کی فلاں شخص کے لئے وصیت کی ہے[20]۔

تفسیر نعیمی میں ایک اعتراض کا جواب بڑے اچھے انداز میں دیا گیا ہے: "اس ایت سے معلوم ہوا ہے کہ جو بھی مال چھوڑے وہ وصیت کرے۔ اگر وصیت نہ کرے تو میراث مال ملے گا خواہ نبی چھوڑے یا ولی۔ قران کریم فرما رہا ہے۔ حضرت سلیمان، داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے۔ حضرت سلیمان وارث ہوئے اور حضرت داؤد مورث، لہذا وہ حدیث کہ انبیاء نہ وارث ہوں نہ مورث، اس قرانی ایت کے خلاف ہے۔ انبیاء کی میراث و وصیت ہونی چاہیے (اہل تشیع کا سوال)۔ اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ اگر حضور ﷺ

[20]۔ سعیدی، علامہ غلام رسول، تبیان القران، ج ا، ص ٦٦٤

کی میراث بنی چاہئے تھی تو حضرت علی نے صحابہ کو اس میراث بانٹنے کا حکم کیوں نہ دیا۔ خاموش کیوں رہے اور اپنے دور خلافت میں کیوں تقسیم نہ کی۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ یہاں کتب علیکم میں خطاب صرف مسلمانوں سے ہے۔ جس میں حضور اکرم ﷺ داخل نہیں اور نہ انبیاء کا مال قابل وراثت ہے۔ ان کا مال بلکہ تمام سلاطین کی سلطنتیں وقف علی القوم ہوتی ہے۔ جس کا متولی قوم چنتی ہے۔ دیکھو خلفائے راشدین کے مفتوحہ علاقے ان کی اولاد کو نہ ملے ۔ حضرت سلیمان، داؤد علیہ السلام کے مال کے وارث نہ ہوئے۔ بلکہ کمال یا حال ی اعمال کے وارث ہوئے ورنہ حضرت داؤد کے بارہ بیٹے تھے۔ سب وارث ہوتے نہ کہ فقد سلیمان علیہما السلام اس لئے قران کریم نے اسی وراثت کا ذکر وہاں ہی فرمایا کہ (وَقَا لَ یٰۤا یُّهَا ا لنَّا سُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ ا لطَّیْر)[21] معلوم ہوا کہ وراثت علم مراد ہے نہ کہ وراثت مال[22]۔

مولانا مودودیؒ نے تفہیم القران میں اس ایت کے ذیل میں وصیت کے بارے میں لکھا ہے کہ: "یہ حکم اس زمانے میں دیا گیا تھا، جس وقت وارثت کے تقسیم کے لئے ابھی کوئی قانون مقرر نہیں ہوا تھا۔ اس وقت ہر شخص پر لا زم کیا گیا کہ وہ اپنے وارثوں کے حصے بذریعہ وصیت مقرر کر جائے تا کہ اس کے مرنے کے بعد نہ تو خاندان میں جھگڑے ہوں اور نہ کسی حق دار کی حق تلفی ہونے پائے"۔[23]

آیت وصیت میں " با لمعروف " سے مراد یہ ہے کہ وصیت کرنے میں شریعت کے مطابق عدل سے کام لے۔ اس کی توضیح میں علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی فرماتے ہیں۔" یعنی موافق دستور کے عدل کرے اور ایک تہا ئی سے زیادہ کے مال کی وصیت نہ کرے اور محتاجوں پر مالداروں کو ترجیح نہ دے۔ غیر وارث کے لئے تہائی سے کم میں وصیت کرنا مستحب ہے۔ بشرطیکہ وارث محتاج نہ ہوں یا گر کہ ملنے پر محتاج نہ رہیں۔ ورنہ ترکہ وصیت افضل ہے"۔[24]

---

[21]۔ سورۃ النمل:۲۷

[22]۔ نعیمی، مفتی احمد یار خان، تفسیر نعیمی، پارہ ۲، ص۱۸۸

[23]۔ ابو الاعلیٰ، مولانا مودودی، تفہیم القران، ادارۃ الاصلاح، لاہور، ۲۰۱۰ء، ج ا، ص ۴۱۲

[24]۔ مرادآبادی، علامہ سید نعیم الدین، تفسیر خزائن العرفان علیٰ حاشیۃ کنز الایمان، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۵ء، ص ۵۳

تفسیر دعوت القراان کے مولف پیرزادہ شمس لکھتے ہیں:''متن میں " معروف "[25] کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے لغوی معنی جانی پہچانی بات یا جانے پہچانے طریقہ کے ہیں یعنی ایسا طریقہ جو انصاف پر مبنی ہو، جسے عقل سلیم صحیح تسلیم کرے اور جس کا چلن سوسائٹی کے شرفاء میں ہو۔ اسلام نے بہت سی قانونی جزئیات اور تفصیلات کو معروف پر چھوڑ دیا ہے۔ لہٰذا معروف ایسے تمام معاملات میں معتبر ہے جن کے بارے میں شریعت نے کوئی مخصوص قاعدہ مقرر نہ کیا ہو۔ وصیت (Will) اس صورت میں فرض کر دی گئی ہے جبکہ ادمی کو اپنی موت قریب نظر ارہی ہو اور وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو۔ وصیت کا یہ حکم وراثت کے احکام نازل ہونے سے پہلے دیا گیا تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۃ نساء میں میراث (inheritance) کے تفصیلی احکام بیان فرمادئے اور انہیں اپنی طرف سے وصیت سے تعبیر فرمایا جیسا کہ سورۃ نساء کی ایت ۱۱ میں ارشاد ہوا ہے ((یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِی اَوْلَادِکُمْ))اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہے) اس لیے اللہ کی وصیت (احکام میراث) کے بعد وصیت کے اس حکم کا دائرہ جو زیر تفسیر ایت میں دیا گیا ہے محدود ہو گیا یعنی جن کے حصے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمادئے ہیں۔ ان ورثاء کے حق میں وصیت کا سوال باقی نہیں رہا چناچہ حدیث میں اتا ہے ((اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَعْطٰی کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ فَلَا وَصِیَّۃَ لِوَارِثٍ))اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے لہٰذا وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں ہے۔ البتہ ان اقرباء کے حق میں جن کو ورثہ نہ مل سکتا ہو اور وہ حاجتمند بھی ہوں وصیت کرنا ضروری ہے مثلاً یتیم پوتے کے حق میں وصیت کرنا، اسی طرح اگر کسی کے والدین مسلمان نہ ہوں اور اس بنا پر وہ وارث نہ ہو سکتے ہوں تو ان کے لیے وصیت کرنا''۔[26]

وصیت کے فوائد

اس ایت میں وصیت کے حکم سے بعض اہل علم نے بہت سے فوائد اخذ کیے ہیں، چند فوائد درج ذیل ہیں:

---

[25]۔ سورۃ البقرہ:۱۸۰

[26]۔ پیرزادہ شمس، دعوت القرآن، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۵ء، ج۱، ص۳۵۵

1. تقویٰ کے لیے عبادات کے ساتھ معاملات کی درستی بھی ضروری ہے۔ وصیت میں انصاف کرنا شرعاوا جب قرار دیا گیا۔
2. مال کو خیر کہہ کر یہ بتایا کہ وصیت خود اپنے مال میں ہو گینہ کہ دوسرے کے مال میں لہذا اگر مرنے والے کے پاس دوسرے کی امانت ہے یا مال تو اپنا ہے لیکن قرض بھی ہے یا چوری وغیرہ حرام کاموں کا پیسہ ہے کہ جہاں قبضہ سے ملکیت حاصل نہیں ہوتی اس میں وصیت جائز نہیں بلکہ اس قسم کے مال مالکوں کو وا پس کیے جائیں۔ اگر مالکوں کا پتہ نہ لگے تو ان کے نام پر خیرات کر دیے جائیں۔ کیونکہ یہ مال ورثاء کے لیے خیر نہیں شر ہے۔
3. صحیح یہ ہے کہ خیر سے مطلق بچا ہوا مال مراد ہے تھوڑا ہو یا زیادہ۔ قران شریف نے تھوڑی چیز کو بھی خیر فرمایا ہے۔ اور فرمایا۔ نیز جیسے کہ اب ہر تھوڑے بہت مال میں میراث فرض ہے ایسے ہی اس وقت وصیت فرض تھی جن مفسرین نے خیر سے زیادہ مال مراد لیا ان کی مراد کفن دفن اور قرض سے بچا ہوا ما ل ہے یعنی ضروریات سے زیادہ۔[27]

ورثاء کو نقصان دینے والی وصیت

وصیت اگر ان امور کی کی جائے جو خلاف سنت ہیں یا شریعت مطہرہ میں حرام وناجائز ہیں یا ایسے لوگوں کے لے وصیت کی جائے جو اللہ تعالی کی نافرمانی اور فسق وفجور میں مبتلا ہیں اور غالب گمان ہو کہ اس کے مال کو بھی اسی میں خرچ کریں گے۔ تو ان تمام صورتوں یں وصیت کرنا مکروہ اور حرام ہے۔ شریعت مطہرہ نے ایسی وصیت سے بھی منع فرمایا ہے جس سے وارثوں کو نقصان پہنچے چنانچہ قران کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مِنۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙغَيْرَ مُضَآرٍّ ۔[28]

(وصیت نکالنے کی بعد جس کی وصیت کر دی جائے یا دین کے بعد بشرطیکہ کسی کو ضرر نہ پہنچا ئے)۔

---

[27]۔ نعیمی، مفتی احمد یار خان، تفسیر نعیمی، پارہ ۲، ص ۱۸۶۔۱۸۷

[28]۔ النساء: ۱۲

اس آیت کی تفسیر میں مولانا کیلانی لکھتے ہیں: ''وصیت میں میت یوں نقصان پہنچ سکتا ہے کہ اندازہ سے زیادہ وصیت کر جائے۔ اور یہ تہائی سے بھی زیادہ ہو یا عمدا ایسا کرے تو اس سے وارثوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور ایسی وصیت کی اصلاح کر دینی چاہیے تا کہ ورثاء کو نقصان نہ ہو۔ اسی طرح میت مرتے وقت کسی فرضی قسم کے قرضہ کا اقرار کر جائے تو وہ قرض لینے والے کو ممنون اور ورثاء کو نقصان پہنچا سکتا ہے حتیٰ کہ محروم بھی بنا سکتا ہے اسی لیے اخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ سب کچھ جاننے والا ہے اور حلیم اس لحاظ سے ہے کہ اس نے ان قوانین کے مقرر کرنے میں سختی نہیں کی۔ بلکہ ان کی زیادہ سے زیادہ سہولت کا خیال رکھا ہے''۔[29]

یہ وصیت نافذ تو ہو جائے گی لیکن اس کا گناہ ہو گا۔ ثلث سے زیادہ کی وصیت کی تو یہ پوری نہیں کی جائے گی۔ لیکن گناہ کار ہو گا۔ کسی شخص کی امانت یا قرض کا اقرار کر لے لیکن حقیقت میں اس پر واجب نہ ہو۔ بلکہ وارثوں کے حصہ میں کمی اور نقصان کرنا منظور ہو۔ اسی طرح اپنا قرض جو دوسروں کے ذمے تھا اس کے وصول پانے کا جھوٹا اقرار کر لے تا کہ وارث اس سے لے نہ سکیں کوئی قیمتی چیز کسی کو کم قیمت فروخت کر دے جبکہ اسکی ضرورت نہ ہو یا کم درجہ چیز کو بھاری قیمت میں خرید کیا، ثلث مال کی وصیت کرے لیکن ثواب کی نیت اور کوئی ضرورت نہ ہو بلکہ صرف وارثوں کا حصہ کم کرنا منظور ہو، تو اس پر بھی گناہ ہو گا۔ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

عَنْ رَسُولِ ا للَّهِ صَلَّى ا للَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَا لَ: «ا نَّ ا لرَّجُلَ لَيَعْمَلُ وَا لمَرْ ا ةُ بِطَا عَةِ ا للَّهِ سِتِّينَ سَنَةً ثُمَّ يَحْضُرُهُمَا ا لمَوْتُ فَيُضَا رَّا نِ فِي ا لوَصِيَّةِ فَتَجِبُ لَهُمَا ا لنَّا رُ» ۔[30]

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کتنے ہی مرد اور عورتیں ساٹھ برس تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں عمل کرتے رہتے ہیں پھر ان کو موت اتی ہے تو وصیت میں وارثوں کو نقصان پہنچا دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان پر جہنم واجب ہو جاتی ہے)۔

اسی طرح حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

---

[29]۔ کیلانی، مولانا عبد الرحمان، تفسیر تیسیر القرآن، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۲۰۱۵، ج ۱، ص ۳۴۲

[30]۔ امام ترمذی، سنن الترمذی، حدیث نمبر ۲۱۱۷

عَنْ رَسُولِ ا للَّهِ صَلَّى ا للهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , قَا لَ:ا لْا ضْرَا رُ فِي ا لْوَصِيَّةِ مِنَ ا لْكَبَا ئِرِ۔[31]

(رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وصیت میں نقصان پہنچانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے)۔

تہائی مال کی وصیت کے بارے میں حضرت عامر اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم مکہ میں میری عیادت کے لئے تشریف لائے، میں نے عرض کیا کہ میرے پاس مال ہے کیا میں اپنے سارے مال میں وصیت کر دوں، اپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، میں نے پوچھا نصف مال میں، اپ صلی اللہ علیہ والہ وسلمنے فرمایا نہیں، میں نے کہا ثلث میں، اپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ثلث میں کر سکتے ہو، ا گرچہ یہ بھی زیادہ ہے اور فرمایا اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑنا تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں ایسی حالت میں چھوڑو کہ تنگدست ہوں اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور تم ان کی ذات پر جو کچھ بھی خرچ کروگے، وہ تمہارے لئے صدقہ ہے، یہاں تک کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں دیتے ہو اور شاید اللہ تمہاری عمر دراز کرے کہ تم سے ایک قوم کو فائدہ ہو اور دوسری کو نقصان۔[32]

ثلث مال میں وصیت کی جو اجازت دی گئی ہے اس کے کئی فوائد ہیں اولاد میں سے کوئی محروم ہو رہا ہو تو ان کے بارے میں وصیت کی جاسکتی ہے اسی طرح صدقے وغیرہ کی وصیت بھی کی جاسکتی ہے، امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

قَا لَ رَسُولُ ا للهِ صَلَّى ا للهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " ا نَّ ا للهَ ا عْطَا كُمْ ثُلُثَ ا مْوَا لِكُمْ عِنْدَ وَفَا تِكُمْ زِيَا دَةً فِي ا عْمَا لِكُمْ"۔[33]

(رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری وفات کے وقت تمہارے مالوں میں سے تمہیں تیسرے حصے (کی اجازت) دیتا ہے (تاکہ تم) اپنے (نیک) اعمال میں اضافہ کر سکو)۔

---

[31]۔ امام دار قطنی، سنن دار قطنی، ج۵، ص۲۶۶، حدیث نمبر ۲۳۴۵

[32]۔ امام بخاری، صحیح بخاری، حدیث نمبر ۵۳۵۴

[33]۔ امام دار قطنی، سنن دار قطنی، ج۵، ص۲۶۶، حدیث نمبر ۲۳۴۹

قرض کی ادائیگی وصیت کے نفاذ سے مقدم ہے

قران کریم میں وصیت کو قرض سے مقدم کیا گیا ہے۔ لیکن عملا ہم قرض کو مقدم کریں گے۔ کہ میت کا قرض پہلے ادا کیا جائے گا۔ اگر باقی ترکہ بچ گیا تو اس کے تہائی حصے میں وصیت جاری کی جائے گی۔ یہ قرض کو مقدم کرنا وصیت پر اس حدیث کی وجہ سے ہے۔

"عَنْ عَلِيٍّ ا نَّهُ قَا لَ: ا نَّكُمْ تَقْرَءُونَ هَذِهِ ا لا يَةَ:مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا ا وْ دَيْنٍ[34] «وَا نَّ رَسُولَ ا للَّهِ صَلَّى ا للَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِا لدَّيْنِ قَبْلَ ا لوَصِيَّةِ"۔[35]

(حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلمنے قرض وصیت سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا جبکہ تم لوگ قران میں وصیت کو پہلے اور قرض کو بعد میں پڑھتے ہو۔

علماء کا اس پر عمل ہے کہ وصیت سے پہلے قرض دیا جائے۔ دارالعلوم بنوریہ کراچی نے فقہ حنفی کی روشنی میں یہ فتویٰ دیا ہے کہ میت کے قرض کی ادائیگی وصیت کے نفاذ سے پہلے کی جائے گی:" میت کے متروکہ مال میں سے تجہیز و تکفین کے بعد اس کا قرض ادا کیا جائے گا، اگر قرض کی ادائیگی کے بعد کچھ باقی بچتا ہے تو وہ ورثاء میں تقسیم ہو گا ۔لہذا مرحوم کے مال میں سے اولا قرض خواہوں کا قرض ادا کیا جائے، اور قرض خواہوں کا فی الوقت علم نہ ہو تو اعلان کر دیا جائے کہ مرحوم کے ذمہ جن جن لوگوں کا قرض ہے وہ مرحوم کے ورثاء سے رابطہ کر لیں۔ قرض کی ادائیگی کے بعد باقی مال ورثاء میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم ہو گا۔ اگر قرض کی ادائیگی میں سارا مال خرچ ہو جائے تو ورثاء کے لیے کچھ نہیں ہو گا، پھر اگر قرض خواہ باقی ہوں تو اس صورت میں بقیہ قرض کی ادائیگی ورثاء پر لازم نہیں، البتہ اگر ورثاء مرحوم کے ساتھ احسان کا معاملہ کرتے ہوئے اپنی جانب سے ان کا قرض ادا کر دیں تو عند اللہ امید ہے کہ مرحوم قرض کے معاملہ سے بری ہو جائیں گے "۔[36]

---

[34]۔ النساء:۱۲

[35]۔ امام ترمذی، سنن الترمذي، حدیث نمبر ۲۰۹۴

[36]-https://www.banuri.edu.pk/readquestion/accessed on 03.02.2020

اگر وصیت میں کوئی گناہ کی بات یا شرعاً کوئی ناجائز بات لکھی ہو تو اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے کہ:

الوصية بالمعصية باطلة ۔ [37]

(گناہ کی وصیت کرنا باطل ہے)۔

مثلاً اگر کسی نے کہا کہ میرے جسم کو بعد از وفات جلا دینا یا ٹاٹ میں دفن کرنا یا گردن میں طوق ڈالنا، یا انتہائی قیمتی کفن کی وصیت کی یا یہ کہا کہ میری نعش کو جانوروں کے کھانے کے لئے ڈال دینا وغیرہ تو ایسی وصیتوں پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ مسنون کفن دیا جائے گا اور مسنون طریقہ پر دفن کیا جائے گا۔ تہائی مال سے زائد وصیت پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ اور وارث کے لئے بھی وصیت کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

تمام ورثاء راضی ہوں پس اگر بعض راضی ہوں اور بعض نہ ہوں تو صرف راضی ہونے والوں کے مال میں ان کے حصے کے بقدر وصیت نافذ ہو گی۔ تمام ورثاء بالغ ہوں پس اگر کچھ ورثاء بالغ اور کچھ نابالغ ہوں تو نابالغوں کی اجازت معتبر نہ ہو گی۔ اسی طرح کوئی وارث مجنوں اور دیوانہ ہو تو اسکی اجازت کا اعتبار نہ ہو گا[38]۔

ورثاء دلی طور پر راضی ہوں اگر مروتاً زبانی اجازت دے دی تو اعتبار نہ ہو گا۔ کیونکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِطِيبِ نَفْسِهِ ۔ [39]

(کسی مسلمان کا مال اس کی دلی خوشی کے بغیر حلال نہیں ہے)۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے: "خواہ وصی ہو یا ولی شاہد اور وہ تبدیل کتابت میں کرے یا تقسیم میں یا ادائے شہادت میں اگر وہ وصیت موافق شرع ہے تو بدلنے والا گناہ گار ہو گا" ۔ [40]

---

[37] ۔ المرغيناني، ابو الحسن برهان الدين، الهدايه، دار احياء التراث العربي، لبنان، ۱۴۳۲ھ، ج۴، ص۵۳۶

[38] ۔ شامی، محمد امین ابن عابدین،، رد المحتار علی حاشیہ الدر المختار، مکتب اسلامی، بیروت، ۱۴۳۳ھ، ج۶، ص۶۵۱

[39] ۔ امام دار قطنی، سنن الدار قطنی، ج۳، ص۴۲۴، حدیث نمبر ۲۸۸۵

[40] ۔ مرادآبادی، تفسیر خزائن العرفان، ص۵۳

برصغیر کے مفسرین کا یہ طرہ امتیاز رہا ہے کہ انہوں نے اپنے ارد گرد کے ماحول میں وصیت و وراثت کے با رے میں جو جو خرافات تھیں ان کو بھی خوب کھول کھول کر بیان کیا ہے اور شرعی نقطہ نظر سے ان کی اصلاح کی بھی حتی الامکان کوشش کی ہے۔

مرض الموت میں وصیت

وصیت چاہے حالت صحت میں کی گئی ہو یا مرض الموت میں، بہر دو صورت وصیت ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اجنبی کے حق میں ہو تو ایک تہائی میں نافذ ہو گی اور اگر وارث کے حق میں ہو تو ورثاء کی رضامندی دیکھی جا ئے گی اگر وہ اجازت دیں تو وصیت نافذ کی جائے گی اور اگر اجازت نہ دیں تو وصیت کالعدم قرار پائے گی۔ نیز وصیت کے نفاذ کے لیے ضروری ہو گا کہ شریعت کے کسی حکم یا ضابطے سے متصادم نہ ہو۔

بچے اور فاطر العقل کی وصیت کا حکم

بچے کی اور مغلوب العقل کی وصیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ امام مالک فرماتے ہیں:

"فَا مَّا مَنْ لَيْسَ مَعَهُ مِنْ عَقْلِهِ مَا يَعْرِفُ بِذلِكَ مَا يُوصِي بِهِ، وَكَا نَ مَغْلُوبا عَلَى عَقْلِهِ، فَلا وَصِيَّةَ لَهُ"۔ [41]

(وہ ادمی جس کے پاس اتنی سی عقل بھی نہ ہو جس سے وہ وصیت کی سمجھ بوجھ رکھتا ہو اور وہ مغلوب العقل ہو تو اس کی وصیت معتبر نہیں ہے۔)

عورت کا وصیت کرنا

قانون وراثت کے ضمن میں شریعت مطہرہ نے قانون وصیت بھی جاری فرمایا ہے جس کی رو سے ہر مسلمان کو اپنی جائیداد کے ایک تہائی حصہ کے متعلق غیر وارث کے حق میں وصیت کا حق دیا گیا ہے۔ نیز وصیت کے ایک معنی نصیحت اور تاکید کے بھی ہوتے ہیں جس کی رو سے ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنی وصیت میں

---

[41]۔ امام مالک بن انس، الموطا، تحقیق: محمد مصطفی الاعظمي، مؤسسۃ زاید بن سلطان، ابوظبي، الامارات، ۱۴۲۵ھ، ج۴، ص۱۱۰۶، حدیث ۲۸۲۲

حقوق واجبہ کیادائیگی سے متعلق تاکید بھی کرے اور لواحقین کے لیے نصیحتیں بھی۔ عورت اپنی وصیت میں مندرجہ ذیل امور ذکر کر سکتی ہے:

- میری وفات کے بعد سنت کے مطابق تجہیز و تکفین کیجائے۔
- تجہیز و تکفین اور تدفین کے معاملات جلدی نمٹائے جائیں۔
- کسی بھی قسم کی غیر شرعی رسم نہ کیجائے۔
- پردے کا مکمل اہتمام کیا جائے۔
- محارم کے علاوہ کوئی اور جنازہ نہ دیکھے۔
- ورثا کو دین اسلام پر قائم رہنے کی تلقین کی جائے۔
- ایمان کو مضبوط رکھنے اور اعمال صالحہ پابندی کرنے کی تلقینکی جائے۔
- اگر جائیداد وغیرہ ملکیت میں ہے تو خاص طور سے تقسیم وراثت کے لیے شرعی طریقہ کار اختیار کرنے کی تلقین کی جائے۔
- اگر تمام ورثا مال دار ہیں یا ترکہ اتنا زیادہ ہے کہ وہ ترکہ ملنے کے بعد غنی ہو جائیں گے تو بہتر ہے کہ کسی دینی مصرف میں اپنے مال کے ایکتہائی مال میں سے وصیت کر دی جائے تاکہ صدقہ جاریہ کا ذریعہ ہو جائے۔
- اگر کوئی غریب رشتہ دار وراثت کا مستحق نہ ہو تو اس کے لیے بھی ایکتہائی مال میں سے کچھ مال کی وصیت کی جائے۔
- وصیت میں جن امور کا ذکر کرنا بہت ضروری ہے وہ حقوق واجبہ کی ادائیگی سے متعلق ہیں مثلا: قضا نمازیں ہوں یا روزے، زکوۃ ادا نہ کی ہو یا کسی کا قرض دینا ہو یا حج فرض ادا نہ کیا ہو تو حج بدل کی وصیتکی جائے۔
- یہ تمام حقوق بھی تہائی مال میں سے ادا کیے جائیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وصیت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سید المرسلین، خاتم النبیین ﷺ کی زوجۂ محترمہ اور امہات المومنینؓ میں بلند مقام کی حامل ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات ماہ رمضان المبارک ۵۸ ھ کو بیماری کے باعث اپنے گھر میں ہوئی۔ انتقال سے پہلے آپ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ مجھے ازواج مطہراتؓ کے پاس ہی جنت البقیع میں دفن کر دینا۔ حضور ﷺ کے ساتھ ایک جگہ جو ابھی باقی ہے، وہاں دفن نہ کرنا ۔ کیوں کہ میں یہ بات پسند نہیں کرتی کہ مجھے دوسری ازواج مطہراتؓ کے مقابلے میں کوئی برتر مقام دیا جائے۔ اپ کا نماز جنازہ سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز وتر کے بعد پڑھایا تھا۔ اس کے بعد جنت البقیع مدینہ منورہ میں تدفین کر دی گئی۔ قاسم بن عبداللہ، عبداللہ بن عبدالرحمن، عبداللہ بن ابی عتیق، عروہ ابن زبیر، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم تدفین کے عمل میں شریک ہوئے۔[42]

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی ہند بنت ابی امیہ سہیل بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم تھا۔ ام سلمہ آپ کی کنیت ہے اور اسی سے آپ مشہور ہیں۔ علمی حیثیت اگرچہ تمام ازواج بلند مرتبہ تھیں، تاہم عائشہ اور ام سلمہ کا ان میں کوئی جواب نہیں تھا۔ مروان بن حکم ان سے مسائل دریافت کرتا اور علانیہ کہتا تھا کہ اپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے ہوتے ہوئے ہم دوسروں سے کیوں پوچھیں۔ ایک مرتبہ کسی نے پوچھا اپ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر قرات کرتے تھے؟ بولیں ایک ایک ایت الگ الگ کر کے پڑھتے تھے اس کے بعد خود پڑھ کر بتلا دیا[43]۔ ابن قیم نے لکھا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ کے فتاویٰ اگر جمع کیے جائیں تو ایک چھوٹا سا رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔[44]

---

[42]۔ ابن کثیر، علامہ عمادالدین اسماعیل، البدایۃ والنھایۃ، دارالفکر، بیروت، ۱۴۳۱ھ، ج۴، ص۹۷

[43]۔ امام ابن سعد، محمد، الطبقات الکبریٰ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۳۳ھ، ج۶، ص۳۱۷

[44]۔ ابن قیم الجوزیہ، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۲ھ،، ج۱، ص۱۳

جس سال حرہ کا واقعہ ہوا (سنہ ٦١ ھ) اسی سال سیدہ ام سلمہؓ نے انتقال فرمایا اس وقت ۸۴ برس عمر تھی،۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھی اور بقیع میں دفن کیا۔ اس زمانہ میں ولید بن عتبہ ابو سفیان کا پوتا مدینہ کا گورنر تھا۔ سیدہ ام سلمہؓ نے وصیت کی تھی کہ وہ میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھائے، چنانچہ وہ جنگل کی طرف نکل گیا اور اپنے بجائے حضرت ابو ہریرہؓ کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے بھیج دیا۔[45]

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی وصیت

ام المومنینحضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نام ونسب حفصہ بنت عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ تھا ۔ حضرت حفصہؓ نے شعبان سن ۴۵ ہجری میں مدینہ میں انتقال کیا۔ مروان نے جو اس وقت مدینہ کا گورنر تھا اس نے نماز جنازہ پڑھائی اور کچھ دور تک جنازہ کو کندھا دیا، اس کے بعد ابو ہریرہ جنازہ کو قبر تک لے گئے، ان کے بھائی عبد اللہ بن عمر اور ان کے لڑکوں عاصم، سالم، عبد اللہ اور حمزہ نے قبر میں اتارا۔ حضرت حفصہؓ نے وفات کے وقت اپنے بھائی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو بلا کر وصیت کیکہ غابہ کی جائیداد جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی نگرانی میں دے گئے تھے، اس کو صدقہ کر کے وقف کر دیا جائے۔[46]

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی وصیت

آپؓ نام ونسب صفیہ بنت حُیی بن اخطب ہے۔ آپ یہودی قبیلہ بنو نضیر کے سردار حُیی بن اخطب کی صاحبزادی ہیں۔ آپؓ غزوہ خیبر میں قید ہو کر آئیں۔ جب مال غنیمت تقسیم ہونے لگا تو حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے پسند فرمایا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدہ صفیہ کی حیثیت کا خیال فرماتے ہوئے اپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! صفیہ بنی قریظہ اور بنو نضیر کی رئیس زادی ہے، خاندانی وقار کے پیش نظر وہ ہمارے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زیادہ موزوں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشورہ قبول فرمالیا۔ اور وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو دوسری لونڈی عطا فرما کر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو

---

[45]۔ امام طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، تاریخ طبری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۳۳ھ، ج۳، ص ۲۴۴۳

[46]۔ امام طبری، تاریخ طبری، ج۳، ص ۲۴۴۳

آزاد کر دیا اور یہ اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو اپنے گھر چلی جائیں اور اگر چاہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آجائیں۔ اسی موقع پر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اسلام کو دل و جان سے قبول کر لیا اور اہل ایمان کی صف میں شامل ہو گئیں۔ جب صفیہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ائیں تو اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہارے والد میرے سخت ترین یہودی دشمنوں میں سے رہے، یہاں تک کہ اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے، اگر تم اسلام قبول کر لو تو میں تمہیں اپنے پاس ہی روک لوں گا۔ اور اگر تم یہودیت پر برقرار رہنا چاہو، تو ایسا ہے کہ میں تمہیں ازاد کیے دیتا ہوں، تم اپنی قوم کے پاس چلی جاؤ۔ آپؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں تو اپ کے دعوت دینے سے پہلے ہی سے اسلام کی مشتاق تھی اور دل سے اپ ﷺ کی تصدیق کر چکی تھی۔ جب میں یہاں ائی ہوں تب بھی مجھے یہودیت میں کوئی رغبت نہیں تھی اور اب تو نہ ان میں کوئی میرا باپ ہے نہ بھائی۔ اپ ﷺ نے مجھے کفر و اسلام کے درمیان اختیار دیا ہے تو میرا فیصلہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ مجھے ازادی اور اپنی قوم میں لَوٹنے سے زیادہ عزیز ہیں۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنا ہی پسند فرمایا، خیبر سے واپسی پر جب اپ ﷺ سد الروحاء کے مقام پر پہنچے تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا حیض سے پاک ہوئیں۔ تب اپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس ائے، شب عروسی گزاری اور دوسرے دن اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت ولیمہ کی۔ ان کا حق مہر ان کی اپنی ازادی تھی۔ یہاں سے چلتے وقت اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو خود اپنے اونٹ پر سوار فرمایا اور خود اپنی چادر مبارک سے ان پر پردہ کیا۔

ماہ رمضان المبارک ۵۰ ھجری میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ۶۵ سال کی عمر میں وفات پا گئیں اور اپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ اپ رضی اللہ عنہا نے اپنا ذاتی مکان اپنی زندگی میں ہی اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا تھا۔ البتہ ترکہ میں ایک لاکھ دراہم چھوڑے اور اس کے ایک تہائی کی وصیّت اپنے بھانجے کیلئے کی جو ابھی تک مسلمان نہیں

ہوا تھا۔ لوگ اس کو حصہ دینے میں شش و پنج کا شکار ہونے لگے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: لوگو! اللہ سے ڈرو اور صفیہ کی وصیت پوری کرو۔ چنانچہ اپ کی وصیت پر عمل کیا گیا۔[47]

جگر گوشہ رسول سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت

خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ رضیاللہ عنہا چند روز بیمار رہیں۔ پھر تین رمضان المبارک ۱۱ھ میں منگل کی شب ان کا انتقال ہوا[48]۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ پر خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی للہ عنہ، حضرت عمر رضی للہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی للہ عنہم پر موجود تھے۔ حضرت علی المرتضی رضی للہ عنہ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگے تشریف لا کر جنازہ پڑھائیں۔ جواب میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ انجناب خلیفہ اول رسول ﷺ ہیں جناب کی موجودگی میں میں جنازہ پڑھانے کے لئے پیش قدمی نہیں کر سکتا۔ نماز جنازہ پڑھانا اپ ہی کا حق ہے اپ تشریف لائیں اور جنازہ پڑھائیں اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی للہ عنہ اگے تشریف لائے اور حضرت فاطمتہ الزہرا رضی للہ تعالی عنہا کا چار تکبیر کے ساتھ جنازہ پڑھایا۔ باقی تمام حضرات ان کی اقتداء میں صلوۃ جنازہ ادا کی۔ ابراہیم النخعی فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی للہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضیاللہ عنہا بنت رسول ﷺ کا جنازہ پڑھایا اور اس پر چار تکبیریں کہیں۔[49]

حضرت فاطمہ رضی للہ عنہا نے قبل از وفات حضرت صدیق اکبر رضی للہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت اسما بنت عمیس رضی للہ عنہا کو یہ وصیت کی تھی کہ اپ مجھے بعد از وفات غسل دیں اور حضرت علی رضی للہ عنہ ان کے ساتھ معاون ہوں۔ چنانچہ حسب وصیت حضرت اسماء بنت عمیس رضی للہ عنہا نے اپ رضی للہ عنہا کے غسل کا انتظام کیا ان کے ساتھ غسل کی معاونت میں بعض اور بیبیاں بھی شامل تھیں مثلا انحضرت ﷺ کے غلام ابو رافع

---

[47]۔ زرقانی، محمد بن عبد الباقی، المواھب اللدنیہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۳۳ھ، ج ۱، ص ۲۱۲

[48]۔ زرقانی، المواھب اللدنیہ، ج ۳، ص ۲۷۱

[49]۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص ۱۹

رضی للہ عنہ کی بیوی سلمی رضی اللہ عنہا اور ام ایمن رضی للہ عنہا وغیرہا۔ حضرت علی المرتضی رضی للہ عنہ اس سارے انتظام کی نگرانی کرنے والے تھے۔[50]

خلاصہ

اللہ تعالیٰ انسانوں اور تمام مخلق کا خالق ہے۔ تمام انسان چاہے مرد ہوں یا عورتیں بحیثیت انسان اللہ تعالیٰ کی نظر میں برابر۔ کسی کو کسی پر برتری حاصل نہیں ہے سوائے ایمان اور اعمال صالحہ کے۔ مسلمان مرد و عورت کے دنیا میں مقام و مرتبہ اور ان کے کام و درجات کو اللہ تعالیٰ نے متعین کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق بھی انہیں قرآن و سنت کے ذریعے عطا کر دیئے ہیں۔ انہی میں سے ایک حق وصیت کا بھی ہے جس کے احکام تفصیل کے ساتھ قرآن و سنت میں بیان کیے گئے ہیں۔ ان احکامات کی تفسیر و تشریح مفسرین و فقہاء نے مکمل شرح وبسط کے ساتھ کر دی ہے جن کی تفصیل اس مقالہ میں بیان کر دی گئی ہے۔

نتائج وسفارشات

1. مسلمان مرد و خواتین کو وصیت کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے کیا ہے۔
2. وصیت کرنے میں مرد و عورت برابر ہیں۔
3. وصیت غیر وارث کے لیے کی جاتی ہے۔
4. وصیت اگر وارث کے لیے کی جائے تو وہ تمام ورثا کی رضامندی کے بغیر شرعاً و قانوناً نافذ نہیں ہو سکتی۔
5. وصیت کے ذریعے کسی وارث کو نقصان پہنچانا گناہ و فساد کا باعث ہے۔
6. وصیت احکام شرعیہ کو مد نظر رکھتے ہوئے کرنی چاہیے۔
7. وصیت کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں ہونا چاہیے۔
8. مسلمان خواتین کو امہات المومنین اور صحابیات کے اسوہ کو سامنے رکھ کر وصیت کرنی چاہیے۔

---

[50]۔ ابن اثیر، عزالدین علی بن محمد، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۳۳ھ، ج۵، ص۴۷۸